# قرآن مجید کے تدریجی نزول کی پوشیدہ حکمت عملی

پروفیسر حافظ ڈاکٹر عبدالغنی☆
ڈاکٹر شازیہ رمضان☆☆

## ABSTRACT

Holy Quran is the first source of Islamic Shariah. This is a revealed book and it contains guidance about all the aspects of life. This is logical and most authentic book. It is source of guidance and barakah for righteous people. it was revealed gradually on Holy Prophet (S.A.W) good things are hidden in the gradual revelation of Holy Quran. The Arabians were illiterate and ignorant. They were leading their lives under a system. They were involved in bad customs and habits causing social decay. Instead of eradicating drinking, gambling, theft, adultery and other vies at once, gradual process was adopted and Holy Quran was revealed gradually. In this way it became easy for the people to movld their lives according to Islamic system of life.

☆ ڈائریکٹر عربیک ڈیپارٹمنٹ سندھ یونیورسٹی جامشورو حیدرآباد سندھ۔
☆☆ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد۔

# قرآن مجید کے تدریجی نزول کی پوشیدہ حکمت عملی

قرآن مجید ایک آسمانی اور الہامی کتاب ہے جس کا نزول نبی کریم ﷺ پر تدریجی انداز سے ہوا۔ لفظ قرآن کے معنی تلاوت کرنا، پڑھنا اور جمع کرنا کے ہیں۔ قرآن مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب۔ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہی ہے۔ اسے کروڑوں اور بے شمار افراد روزانہ نمازوں اور اپنی دوسری محافل میں تلاوت کرتے ہیں۔ لاکھوں حفاظ کرام اس کا روزانہ ورد کرتے ہیں تمام مسلمان اس کی ضرورت اور ذکر وفکر کو باعث سعادت اور نعمت خداوندی سمجھتے ہیں۔ تعلیمات قرآن سے ان کی زندگی میں حسن اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ روحانی سکون میسر آتا ہے۔ بے راہ روی سے نجات ہوتی ہے۔ معاشرتی استحکام میسر ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست میں حقوق کی پاسداری کا قرآن ضامن ہے۔

کفار اور مشرکین یہ اعتراض کرتے تھے کہ قرآن پاک تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل ہوا ایک ہی دفعہ نازل کیوں نہیں اس میں آخر کیا حکمت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بنیادی طور پر سات حکمتیں کارفرما تھیں۔

## پہلی حکمت:

نزول قرآن کے تدریجی اور مرحلہ وار ہونے کی پہلی حکمت یہ ہے کہ عرب معاشرے میں وہ ماحول جس میں قرآن حکیم نازل ہوا اس صدیوں سے لگے بندھے نظام زندگی کے تابع تھا جس کی اپنی منفرد تہذیب وثقافت تھی۔ وہ ماحول مخصوص قبائلی رسم ورواج کی پیداوار تھا۔ ظہور اسلام سے قبل عربوں کے پاس اپنے اصول، خرید وفروخت اور تجارت کے مقررہ قواعد وضوابط تھے۔ ان کی نجی اور کاروباری زندگی ایسے سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھی جسے آناً فاناً یکسر تبدیل کرنا ممکن نہ تھا۔ اگر قرآن حکیم کے احکام جو اوامر ونواہی پر مشتمل ہیں تدریجی مراحل کی بجائے بیک مشت ایک ہی قسط میں نازل کر دیئے جاتے تو لامحالہ ان کو بیک قلم منسوخ کر کے ایک نیا نظام فوری طور پر نافذ کرنا پڑتا جو فطرت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ انسانی طبیعت تبدیلی کا عمل آہستہ آہستہ قبول کرتی ہے۔ یک لخت سابقہ نظام کو اکھاڑ کر نیا نظام نافذ کر دینے کے نتائج خاطر خواہ نہیں ہوتے بلکہ ایک غیر ہموار اور ناخوشگوار صورت ناگزیر طور پر جنم لیتی ہے۔ کسی برائی کو ختم کرنے کی غرض سے کسی باطل حکم کو منسوخ کرنے سے پہلے زمین ہموار کرنی پڑتی ہے تاکہ نیکی کو فروغ دینے کے لئے نیا حکم جڑ پکڑ سکے۔ وہ کام جو ہنگامی اور وقتی نوعیت کے ہوں ان کو دفعتاً ختم کر دینے سے نتیجہ تو پیدا ہو جاتا ہے لیکن اگر دائمی اور مستقل نوعیت کا تغیر انسانی زندگی میں پیدا کرنا مقصود ہو اور ایک نظام کی جگہ دوسرا دیرپا نظام لانا مطمح نظر ہو تو پھر اس کے لئے تدریجی اور رفتہ رفتہ اقدام کرنے لازمی ولابدی ہوں گے تاکہ لوگ نئے حکم اور نئے نظام کو کسی مجبوری کے تحت نہیں بلکہ رضا ورغبت سے تسلیم کر لیں اس سے بہتر نتائج پیدا ہوں گے اور وہ برائی جس کا قلع قمع کرنا مقصود ہے جڑ سے اکھڑ جائے گی۔

اس کی ایک بین مثال حرمت شراب کا حکم ہے۔ شراب نوشی عرب معاشرے کی گھٹی میں سما چکی تھی اور یہ عربوں کی تہذیب و

ثقافت کا جزو لانیفک تھی۔ وہ ان کیلئے کاروباری منفعت کا ذریعہ بھی تھی۔ اس لئے جب شراب کے بارے میں قرآن حکیم کا پہلا حکم اترا تو اس میں شراب کے فائدے اور نقصانات گنوائے گئے اور فائدے کے مقابلے میں اس کی ضرر رسانیوں کا زیادہ ذکر کر کے لوگوں کو شراب ترک کرنے کی ترغیب دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا۔

اے محبوب ﷺ آپ سے وہ شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے فوائد ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے کہیں بڑھ کے ہے۔ (۱)

کچھ عرصہ بعد نماز کی فرضیت کا حکم نازل ہوا اور نماز باجماعت کی پابندی مسلمانوں کیلئے لازم ٹھہری تو بندش شراب کا دوسرا حکم بارگاہ ایزدی سے ان الفاظ میں نازل ہوا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى۔

اے ایمان والو تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔ (۲)

یہ حکم اہل ایمان کو سنا دیا گیا اور انہیں متنبہ کر دیا گیا کہ خبردار نشے کی حالت میں میری مساجد کے اندر قدم نہ رکھنا۔ اس حکم سے ان صحابہ کے لئے جو ابھی تک شراب پیتے تھے ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ ان کے لئے نماز جو دیدار فرحت آثار مصطفوی ﷺ کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا' چھوڑنا محال ہو گیا اور ناچار انہیں اس ام الخبائث سے کنارہ کشی کرنا پڑی لیکن اب بھی حضور ﷺ کے جانثاروں میں خال خال ایسے تھے جن سے شراب چھٹتی نہیں یہ ظالم منہ سے لگی ہوئی والا معاملہ تھا۔ وہ ابھی راتوں کو چوری چھپے شراب کو منہ لگا لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے لئے تیسرے درجے پر مخالفت شراب کا حکم الفاظ قرآن حکیم میں نازل ہوا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

اے ایمان والو! بے شک شراب، جواء، بت اور پانسے شیطان کے ناپاک عمل میں سے ہیں پس ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (۳)

اس حکم کی رو سے شراب نوشی' جوا' بت پرستی اور فال نکالنے وغیرہ جیسے شیطانی افعال ایک جیسے جرم قرار پائے اور اہل اسلام کیلئے ان کے قریب پھٹکنا حرام ٹھہرا دیا گیا۔ چنانچہ اس آخری درجے میں شراب کلیتاً حرام کر دی گئی چونکہ نبی اکرم ﷺ کے فیضان محبت اور نگاہ رحمت سے صحابہؓ کی ظاہری و باطنی تربیت مکمل ہو چکی تھی۔ اس لئے حرمت شراب کا حکم سنتے ہی سب نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور جس جس گھر میں شراب موجود تھی اسے بے محابا انڈیل دیا گیا۔ یہاں تک کہ مدینے کی گلیوں میں سرخ شراب نالیوں میں بہنے لگی۔ یہ اتنا زبردست ردعمل محض اس بناء پر ہوا کہ اس حکم کے نازل کرنے سے پہلے اہل ایمان کے دلوں کو خصوصی توجہ اور تربیت سے

بتدریج اس کے لئے تیار کر دیا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد کوئی اس ام الخبائث کے پاس پھٹکنے کا تصور بھی نہ کر سکا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قابل ذکر ہے۔

**سمعنا منادیا ینادی الا ان الخمر قد حرمت قال فما دخل علینا داخل ولا خرج منا خارج حتی اھرقنا الشراب و کسرنا القلال۔**

ہم نے نداء دینے والے کو سنا وہ نداء دے رہا تھا کہ خبردار! (آج سے) شراب حرام ہوگئی ہے۔ تو ہم نے کسی داخل ہونے والے کے داخل ہونے اور کسی باہر جانے والے کے باہر جانے سے پہلے ہی شراب انڈیل دی اور مٹکے توڑ ڈالے۔ (۴)

اخلاقی تربیت اور تہذیب باطن کے اس قرآنی اسلوب نے رفتہ رفتہ عربوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ تدریجاً نزول قرآن کی یہی حکمت تھی کہ ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے قرآنی آیات نازل ہوتی رہیں جنہیں شارع اسلام نے فیضان توجہ اور تربیت سازی کے عمل سے اپنے اصحاب کے قلوب میں اتارتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کا قالب قرآنی تعلیمات کے سانچے میں ڈھل گیا۔ قرآنی نظام کے نفاذ کے لئے یہ امر ناگزیر تھا کہ بقدر ضرورت تھوڑی مقدار میں آیتیں اترتی رہتیں تا کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ایک ایسی ملت معروض وجود میں آ سکے جسے پوری کائنات کی امامت کا فریضہ سونپا جانا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی معلمانہ حیثیت کی حامل ہے۔ آپ ﷺ نے تدریج کے اس قرآنی فلسفہ وحکمت کو بروئے کار لا کر صحابہ کرامؓ کی جماعت جن کی حیثیت شاگردوں کی تھی، ایسی تربیت فرمائی کہ وہ تا ابد سب آنے والے ادوار کے قائد بن گئے۔ وہ بلاشبہ رشد وہدایت کے ایسے درخشندہ ستارے ہیں جن کے نور سے آج بھی دنیائے شرق وغرب کسب فیض کر سکتی ہے۔ ان کی تعلیمات کی اساس پر آج بھی ایک ایسا عالمگیر انسانی معاشرہ تعمیر کیا جا سکتا ہے جو جنگ اور نفرت سے تباہی کے کنارے پہنچی ہوئی دنیا کو پھر سے گہوارہ امن وآشتی میں بدل دے۔

## دوسری حکمت:

جس وقت قرآن پاک کا نزول ہو رہا تھا اس وقت مسلمان بلکہ کافر بھی بہت کم پڑھے لکھے تھے۔ تعلیم عام نہیں تھی اور نہ ہی پڑھنے لکھنے کا زیادہ رواج تھا۔ پورے شہر مکہ میں صرف سترہ افراد ایسے تھے جو تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس سے تعلیم کے تناسب کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارکہ سے لے کر آپ کے وصال مبارک تک محض تیئس برس کے عرصہ میں امت مسلمہ کے افراد میں کوئی مفسر تھا تو کوئی محدث، کوئی فقیہہ تو کوئی مجتہد، علماء، مفسرین، محدثین اور مجتہدین کی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔ کوئی ابو بکرؓ تھا تو کوئی عمر فاروقؓ کوئی عثمان ذوالنورینؓ تھا تو کوئی علی شیر خداؓ، کوئی عبداللہ بن مسعودؓ تھا تو کوئی عبداللہ بن عباسؓ تھا۔ الغرض علم وعرفان کی ان جیسی ہزاروں شمعیں روشن ہو چکی تھیں۔ صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنی ذات میں علم وعرفان کا ایسا سرچشمہ تھیں کہ تقریباً آٹھ ہزار افراد نے ان سے اپنی علمی تشنگی کو دور کیا اور علم کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

## قرآن مجید کے تدریجی نزول کی پوشیدہ حکمت عملی

تئیس برس کے مختصر سے عرصے میں یہ سارا انقلاب اس رسول امی ﷺ کے وسیلے اور صدقے سے آیا تھا جنہیں علم کی ساری دولت اپنے رب کی بارگاہ سے براہ راست ملی تھی چنانچہ انہوں نے علم کی ایسی شمع روشن کی کہ جہاں جہاں آپ بلکہ آپ کے غلاموں کے قدم پڑتے گئے اجالا اور نور آتا گیا اور جہالت کی تاریکیاں کافور ہوتی گئیں۔

مگر نزول قرآن کے ابتدائی دور میں جہالت اپنی انتہا پر تھی۔ صحابہ کرامؓ اس قابل نہ تھے کہ جتنا قرآن اترتا وہ سارے کا سارا لکھ کر یاد کر لیتے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سب سے پہلے صحابہ کرام کی تعلیم اور لکھنے پڑھنے پر توجہ دی جو صحابہ کرامؓ لکھنا جانتے تھے انہیں قرآن پاک لکھ کر محفوظ کرنے کو کہہ دیا جو صحابہ کرامؓ لکھنا نہیں جانتے تھے انہیں آپ نے قرآن پاک زبانی یاد کرنے اور اپنے سینے میں محفوظ کرنے کا حکم فرمایا۔ کتنی عجیب اور حیرت انگیز بات ہے کہ وہ رسول ﷺ جو نہ خود لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں اور جس نے دنیا میں کوئی کتاب نہیں پڑھی وہ ساری کائنات کی کتابوں کی حکمتوں کا منبع اور سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ جو صحابہ کرام لکھنا جانتے تھے وہ لکھ لیتے اور جو لکھنا نہیں جانتے تھے وہ زبانی یاد کرنے لگے۔ چاروں خلفائے راشدین، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور کم و بیش چالیس و دیگر نامور صحابہؓ نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مبارکہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے کہ قرآن ہماری سہولت کے لئے تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا تھا۔ (۵)

اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں پر کتنی کرم نوازی تھی کہ ان کی سہولت کے لئے دو دو چار چار کر کے آیتیں اترا کرتیں تاکہ صحابہ آسانی کے ساتھ حفظ کر سکیں۔ اگر مکمل قرآن پاک یا اس کی بہت سی سورتیں بیک وقت اترتیں تو نہ صرف یہ کہ وہ کسی کو یاد نہ ہوتیں بلکہ غلط بھی ہو جاتیں۔

تھوڑے تھوڑے نزول قرآن سے جہاں حفظ اور یاد کرنے کی آسانی تھی۔ وہاں یہ فائدہ بھی تھا کہ حضور ﷺ ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی فرماتے جاتے۔ اپنے اپنے موقعوں پر سورت کو یاد رکھنا، ان کے مطالب اور احکام کو سمجھنا اس طرح کے اتنے کام تھے کہ جن کا تکمیل کو پہنچنا تھوڑے تھوڑے نزول قرآن کے بغیر ممکن نہ تھا۔

یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ حضور ﷺ نے محض قرآن پاک کو لکھنے اور اسے یاد کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ آپ نے تعلیم کو عام فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام صرف عربی ہی نہیں بلکہ دوسری زبانیں بھی جانتے تھے۔ دوسری زبانوں کا علم حاصل کرنے کا آپ ﷺ نے باقاعدہ حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے عربی کے علاوہ دیگر زبانوں پر دسترس حاصل کی۔ وہ آپ ﷺ کے پاس دیگر زبانوں میں آنے والے خطوط کا جواب سن کر انہی زبانوں میں جواب لکھ کر بھیجتے تھے اور ان علاقوں سے آنے والے وفود کی ترجمانی بھی کرتے تھے۔

قرآن پاک کا تدریجاً نزول صحابہ کرامؓ کی آسانی کے لئے تھا تاکہ یکبار قرآن پاک کے نزول سے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس کی کتابت، ترتیب اور حفظ میں کہیں کچھ غلط ہونے کا امکان کم سے کم رہ جائے۔

## تیسری حکمت:

قرآن حکیم اس امت کے افراد کی روحانی علاج گاہ ہے۔ نزول قرآن حکیم کے وقت لوگ مختلف روحانی بیماریوں کا شکار تھے۔ کوئی شرک کی بیماری میں مبتلا تھا تو کوئی انکار نبوت ورسالت کی بیماری میں، کوئی حسد اور بغض کی بیماری کا شکار تھا تو کوئی عصبیت کا شکار تھا۔ الغرض طرح طرح کی روحانی بیماریاں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ ایک روحانی طبیب بن کر اس دنیا میں تشریف لائے تھے اور قرآن ایک نسخہ کیمیا تھا۔ آپ غمزدہ اور پریشان حال لوگوں کے طبیب تھے اور قرآن ہر مرض کے لئے کامل نسخہ تھا۔

بالکل اسی طرح جیسے طبیب اپنے مریضوں کو ان کے عام امراض اور شکایتوں کے لئے بیک وقت سارے کا سارا نسخہ نہیں دے دیتا بلکہ وہ تدریجا علاج کرتا ہے۔ پہلے تشخیص کرتا ہے پھر مرض کا کھوج لگاتا ہے کہ یہ کہاں سے پیدا ہوا؟ پھر مرض کی علامات کو دیکھتا ہے، یہ سب کچھ کرنے کے بعد وہ ترجیحات مقرر کرتا ہے کہ پہلے کس چیز کا علاج کیا جائے۔ پھر علاج کے ساتھ ساتھ وہ غذائی پرہیز بھی تجویز کرتا ہے۔ پہلے مریض کو نرم غذا کھانے کو کہتا ہے پھر جوں جوں مریض کا معدہ اس لائق ہوتا جاتا ہے کہ وہ دیگر غذا کو بھی ہضم کر سکے وہ دیگر غذا کھانے کی بھی اجازت دے دیتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ علاج میں بھی تبدیلی آتی جاتی ہے تو جس طرح علاج میں حکمت کا تقاضا ہے کہ مریض کا علاج بتدریج کیا جائے کیونکہ ہوسکتا ہے اگر ساری بیماریوں کا علاج بیک وقت شروع کر دیا جائے تو وہ اس مریض کے لئے نقصان دہ ہو۔

بالکل یہی معاملہ انسانیت کے مرض کا ہے۔ اس مرض کے علاج کے لئے بھی تدریج کی ضرورت ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے حلال وحرام کے سارے نسخے، روح کی غذا کے لئے طاقتور غذائیں، عقائد کے لئے ساری کی ساری اچھائیاں اور اعمال کے لئے تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کا شیڈول یک دم نہیں دے دیا کہ اس سے انسان کو وحشت ہوتی اور بجائے علاج کے ہلاکت کی صورت پیدا ہو جاتی۔ انسان اتنے سارے جمیع احکامات کو دیکھ کر بیزار ہو جاتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑا تھوڑا کر کے نسخہ دیا، قرآن کو تدریجا نازل کیا تا کہ لوگ ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کرتے چلے جائیں اور جب روح اگلے نسخے کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائے تو اگلا نسخہ دے دیا جائے۔

ہنگامی مرضوں کو دور کرنے کے لئے ہنگامی احکام بھی نازل ہوئے۔ پھر ہنگامی احکام کو دور کر کے مستقل احکام دے دیئے گئے یہ تنسیخ ہے۔ یعنی وہ احکام جو ہنگامی صورتوں کے لئے آئے تھے جب وہ پورے ہو گئے تو انہیں منسوخ کر کے مستقل علاج کا نسخہ دے دیا گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دن قریب آئے تو یہ نسخہ مکمل طور پر نازل ہو چکا تھا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔ (۶)

اسی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا۔

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْ ھُمْ وَاخْشَوْنِ ۔

آج کافر تمہارے دین کی طرف سے مایوس ہو گئے ۔ پس تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔(۷)

## چوتھی حکمت :

صحابہ کرامؓ انقلابی مجاہد تھے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں دین کی سر بلندی کیلئے وقف کر رکھی تھی ۔ وہ ہمیشہ کیلئے میدان کارزار میں اتر چکے تھے۔ ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اپنے خدا کے لئے تھا۔ تلوار اور کردار ان کا اسلحہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا وہ پورا ہو گیا۔

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ۔ پس اہل حق ہی کامیاب ہیں ۔(۸)

اور یہی اہل ایمان کی زندگی کا مقصد تھا۔ اگر چہ ان کے پاس ظاہری اسباب کم تھے ۔ جنگ ہوتی تو ان کی تعداد کم ہوتی جبکہ دشمن بے حد و حساب ہوتے ۔ اسلحہ کا معاملہ ہوتا تو ان کے پاس چند تلواریں جبکہ دشمنوں میں سے ہر آدمی پوری طرح مسلح ہوتا۔ سواری کا مسئلہ در پیش آتا تو چار چار آدمیوں کے حصے میں ایک سواری آتی جبکہ دشمن کو کسی ایسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ وسائل کا مسئلہ در پیش ہوتا تو ان کی شامیں فقر اور دن روزے کے ساتھ گزرتے جبکہ کفار کے پاس خورد و نوش کی کوئی کمی نہ ہوتی۔

ان سب ظاہری اسباب کے اعتبار سے مسلمانوں کا اور کفار کا آپس میں کوئی مقابلہ نہ تھا۔ وسائل اور اسباب کی عدم دستیابی کے باوجود ان کو اگر کسی شے پر بھروسہ تھا تو وہ اللہ کی رحمت تھی ۔ مسلمانوں کے پیش نظر اللہ کا یہ فرمان تھا کہ کامیابی اور کامرانی تمہارے قدم چومے گی ۔ لہٰذا کئی ایسے مواقع آئے کہ ظاہری اعتبار سے انہیں پریشانی دامنگیر ہوتی مگر جب بھی پریشانی لاحق ہوتی، قرآن پاک کی آیات کا نزول ہوتا کہ اے میرے بندو! پریشان نہ ہو نا اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔

ولا تھنوا و لا تخافو ولا تحزنو و انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔

اور تم نہ کمزوری دکھاؤ اور نہ غم زدہ رہو، تمہی غالب رہو گے اگر مومن بنے رہے تو۔(۹)

پس جب اللہ کی آیت اس کی مدد کا وعدہ لے کر اترتی تو اس سے صحابہ کرامؓ کے دل بڑھ جاتے، ہمتیں جوان ہو جاتیں اور اپنے رب کی ذات پر توکل پختہ ہو جاتا چنانچہ جب وہ میدان کارزار میں جاتے اور دیکھتے کہ حالات تو ہماری مخالفت میں ہیں تو یہ آیت اترتی

یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ۔

تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا(۱۰)۔

میرے حبیب ﷺ کے غلامو! تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔ اگر تم تھوڑے ہو تو ہم پانچ ہزار فرشتوں کو تلواریں دے کر اتار دیں گے وہ تمہارے ساتھ مل کر جنگ لڑیں گے ۔ ادھر آیات کا نزول ہوتا، ادھر فرشتے تلواریں لے کر میدان میں جنگ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ آقا سمجھ میں نہیں آتا کہ ابھی تلوار فلاں کافر کی گردن تک پہنچی بھی نہ تھی کہ اس کا سر قلم ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے مدد فرمانے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا ہے۔(۱۱)

قرآن پاک کا نزول تدریجاً اس لئے ہوا کہ ضرورت کے وقت قرآن پاک کی آیات اترتیں تو صحابہ کی ڈھارس بندھ جاتی۔ انہیں ایک نیا حوصلہ مل جاتا اور پھر جب وہ اپنے رب کی رحمت کا نظارہ دیکھتے تو ان کا ایمان کامل سے کامل تر ہوتا چلا جاتا۔ اگر سارا قرآن دفعتاً ایک ہی مرتبہ نازل کردیا جاتا تو غزوات کے موقع پر جو آیات کے نازل ہونے سے صحابہ کا حوصلہ جوان اور تازہ رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر جو یقین کامل حاصل ہوتا تھا یہ نہ ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو تدریجاً نازل فرمایا تاکہ صحابہ کرامؓ کے ارادے اور ولولے جوان اور تازہ رہیں اور حضور ﷺ کے تصدق سے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر ان کا ایمان لحظہ بہ لحظہ پختہ ہوتا رہے۔

## پانچویں حکمت:

حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کی حالت مبارکہ دیکھنے والی ہوتی تھی۔ آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام جان لیتے کہ محبوب کو محبوب کا پیغام آرہا ہے۔ قرآن اترتا تو آپ ﷺ پر ہوتا مگر اس نظارے کو دیکھ کر صحابہ کرام کے دل تڑپ اٹھتے۔ ان کے دل میں محبت اور عشق کی آگ بھڑک اٹھتی۔ وحی کا لحظہ لحظہ اترنا اور آقا دو جہاں ﷺ کا دیدار کرنا صحابہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت اور لگن کو قائم و دائم رکھتا تھا۔ ان کے اندر ایک تڑپ پیدا ہوتی کہ ہمارا بھی اللہ کے ساتھ تعلق قائم رہے اور اس کے حسن و جمال صفائی کی ایک جھلک ہم کو بھی نصیب ہو جائے۔ لہٰذا تھوڑے تھوڑے کرکے قرآن پاک کا اترتے رہنا ان کے تعلق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم رکھنے کا ایک مستقل ذریعہ تھا۔

گویا اس طرح صحابہ کرامؓ کی روحانی تربیت کی جارہی تھی۔ مقامات عنایات اور ثمرات اگر ٹھہر ٹھہر کر تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ ملیں تو وہ پختہ نتائج پیدا کرتے ہیں اور اگر سب کچھ ایک ہی مرتبہ جھولی میں ڈال دیا جائے تو جو تحمل اور برداشت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے وہ پورا نہیں ہو پاتا۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق کو محبت اور عشق کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے قرآن پاک کا تدریجاً نازل ہوا۔

## چھٹی حکمت:

قرآن حکیم کو جناب رسالت مآب ﷺ پر بجائے یکبارگی نازل کرنے کے تھوڑا تھوڑا اتارنے میں جو حکمت کارفرما تھی اسے حسب ارشاد ربانی ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

كَذَالِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا ۔

اس طرح (ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل کیا) تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا ہے۔ (۱۲)

اعلان بعثت کے بعد جب کفار و مشرکین حضور ﷺ کے درپے آزار تھے اور آپ کو گزند پہنچانے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے تو آپ کے قلب انور کو کلام الٰہی سے تقویت پہنچائی گئی اور اس طرح سخت ترین نامساعد حالات میں بھی آپ استقلال اور ثابت قدمی سے اس مشن کی تکمیل کے لئے مصروف عمل رہے جو ذات باری تعالیٰ نے آپ کو سونپا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد کم و بیش تین سال تک حضور ﷺ خفیہ انداز سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ دارارقم میں آپ ﷺ کے ایک صحابی کا گھر اس خفیہ دعوت و تبلیغ

کا مرکز تھا۔ یہاں آنحضرت ﷺ کے مٹھی بھر صحابہ چھپ چھپ کر جمع ہوتے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بنیادی عقائد، توحید و رسالت، آخرت اور اصلاح و احوال سے متعلق تعلیمات حاصل کرتے۔ (۱۳) پھر جب نماز کا وقت آتا تو سرکار دو جہاں ﷺ اور آپ کے نام لیوا کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور چھپ کر اپنے رب کی عبادت کر لیتے۔ چونکہ ابھی تک کھلے بندوں سر عام دعوت و تبلیغ کا کام شروع کرنے کا حکم نہیں آیا تھا اور اس امر کا انتظار تھا کہ طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں کچھ قوت مجتمع ہو جائے۔ اسلامی تحریک سست رفتاری اور رازداری کے ساتھ پھیل رہی تھی تاہم دعوت حق کی اس خفیہ آواز نے عربوں میں اہل فکر حضرات کے قلب و باطن پر اپنے اثرات مرتب کرنا شروع کر دیئے تھے۔ کم و بیش تین سال اسی طرح گزر گئے۔ بالآخر بارگاہ ایزدی سے وہ حکم نازل ہوا جس میں آنحضور ﷺ سے اچھوتے انداز میں خطاب کر کے باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا۔

**يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّر قُمْ فَاَنْذِر وَرَبَّکَ فَکَبِّر۔**

اے کپڑے میں لپٹنے والے (محمد ﷺ) اٹھئے (اور پھر) لوگوں کو خدا کا خوف دلایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان فرمایئے۔ (۱۴)

اس حکم کے آنے کی دیر تھی کہ احتیاط و رازداری کے سارے بند ٹوٹ گئے۔ سب مصلحتیں بالائے طاق رکھ دی گئیں اور دعوت و تبلیغ اسلام کا کام کھلے بندوں کیا جانے لگا۔ یہ حکم خداوندی گویا ایک پکار تھی کہ اے میرے پیارے اٹھ اور باطل طاغوتی قوتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی رسالت اور اپنے رب کی کبریائی کا آوازہ بلند کر کہ اب یہ سارا جہاں تیری جولان گاہ ہے۔

حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد کی تیئس برس پر مشتمل پیغمبرانہ زندگی قدم قدم پر دکھوں کا شکار ہو رہی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ قدم قدم پر محبوب حقیقی کا پیغام وحی کے ذریعے آتا رہے۔

اس مصائب و آلام کے دور میں قرآن مجید کے تدریجاً نزول کی سمجھ آتی ہے کہ قرآن مجید کی آیات تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد رفتہ رفتہ کیوں اترتی تھیں؟ وجہ یہ تھی کہ اس دکھ اور تکلیف کے دور میں جب آپ دکھی اور شکستہ دل لے کر آپ دیدہ نگاہوں سے گھر پہنچتے ہو تو جبرائیل امین انہی لمحوں میں خدا کا پیغام لے کر آجاتے۔

**وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ يُضِيقُ صَدْرِکَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ۔**

اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم تنگ دل ہوتے ہو۔ (۱۵)

اے نبی ﷺ ہم نے دیکھا لیا ہے کہ کفار و مشرکین کی ایذا رسائیوں پر آپ کا دل دکھی اور شکستہ ہے لیکن ساتھ ہی اس ذات نے پیغام بھیجا ہے کہ

**فَاصْبِرْ عَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ ۔**

پس آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہئے۔ (۱۶)

محبوب کا پیغام میٹھی میٹھی زبان میں حضور ﷺ کو سنائی دیتا۔

**وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذَالِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر ۔**

اور جو تکلیف تجھ کو پہنچے اس پر صبر کر بے شک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ (۱۷)

غزوات میں پتھروں اور تیروں سے آپ ﷺ کا چہرہ انور اور جسم اقدس لہولہان ہو جاتا۔ شکستہ دل خدا کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا تو محبوب کی ندا آتی۔

وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا ۔

اور اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمایئے۔ بہرحال آپ تو ہماری نظروں میں ہیں۔(۱۸)

نبی کریم پر تیروں اور پتھروں کی بارش ہوتی تھی مگر وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتے بلکہ اپنے محبوب رب کی خاطر سب کچھ برداشت کرتے جاتے۔ کفار اور مشرکین دکھ پہنچاتے تو پرواہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ یہ مت سوچنا کہ مجھے خبر نہیں، ہم تو ہر گھڑی تجھے دیکھتے رہتے ہیں اور میں جبریل کو حکم دیتا ہوں کہ جا اور میرے محبوب سے کہہ۔

**ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔**

اے میرے محبوب ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے تو نہیں اتارا کہ آپ محنت شاقہ میں پڑ جائیں۔(۱۹)

فترت وحی کا زمانہ آتا ہے لوگوں نے طعنے دینے شروع کر دیئے کہ محمد ﷺ کے رب نے محمد ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس طعنے سے آپ ﷺ کے نازل دل کو رنج اور ملال ہوا مگر خود خدا کی ذات لوگوں کا یہ طعنہ برداشت نہ کر سکی۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبریل جا اور اعلان کر دے کہ

وَالضُّحٰى . وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى . مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔(۲۰)

قسم ہے چاشت کی، قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، تیرے پروردگار نے نہ تو تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔

وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى۔ اور آپ کی ہر پچھلی حالت اگلی حالت سے بہتر ہے۔(۲۱)

اور اگر کچھ دیر بھی گزر جائے تو فکر نہ کیا کر کہ تیرے لئے تو ہر بعد میں آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے کہیں بہتر ہے۔

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى ۔

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو وہ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔(۲۲)

اے محبوب ﷺ ہم تو عنقریب تم کو اتنا کچھ عطا کرنے والے ہیں کہ تو اپنی زبان سے پکار اٹھے گا کہ اے خدا میں راضی ہو گیا۔ چونکہ حضور ﷺ کی زندگی میں قدم قدم پر تکلیفیں، مصیبتیں، دکھ اور آلام آ رہے تھے اور

اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۔ ہر تنگی کے بعد فراخی ہے۔(۲۳)

ہر تنگی کے بعد فراخی آیا کرتی ہے، ہر دکھ کے بعد سکھ آیا کرتا ہے، ہر پریشانی کے بعد خوشی اور مسرت آیا کرتی ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ جب بھی آپ ﷺ کا دل کسی دکھ، تکلیف، مصیبت اور رنج و ملال میں مبتلا ہو تو اس وقت محبوب حقیقی کا پیغام آپ کے دل کو مضبوط کرنے کے لئے آ جائے کہ پیارے شکستہ دل نہ ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بعد کی ۲۳ برس پر مشتمل پیغمبرانہ زندگی قدم قدم پر دکھوں کا شکار ہو رہی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ قدم قدم پر محبوب حقیقی کا پیغام وحی کے ذریعے آتا رہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

اور کافر کہتے ہیں کہ اس (شخص) پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ نازل کیا گیا اس طرح (ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوا) تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے بتدریج نازل کیا ہے۔(۲۴)

## ساتویں حکمت:

قرآن مجید کے تدریجاً نزول کی ساتویں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ کی بارگاہ کا ادب سکھایا جائے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین سے فرمایا کہ تو تھوڑا تھوڑا قرآن لے کر میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں جایا کر۔ تیرے آنے جانے اور میرے محبوب کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ بیٹھنے سے میرے محبوب کے صحابہ کو بھی بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کا ادب آ جائے گا۔ چنانچہ جبرائیل امین تھوڑا تھوڑا قرآن پاک لے کر کثرت کے ساتھ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوتے اور قدم ٹیک کر دست بستہ غلاموں کی طرح بیٹھتے تو دیکھنے والوں کو پتہ چل جاتا کہ محبوب خدا ﷺ کی بارگاہ میں کس طرح بیٹھنا ہے۔ گویا جبرائیل امین آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ بے کس پناہ کا ادب سکھانے میں صحابہ کرام کے استاد ہیں۔

حضرت جبرائیل امین مختلف شکلوں میں مختلف روپ دھار کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ کبھی حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں اور کبھی کسی اعرابی کا روپ دھار کر مسافر بن کر آتے جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ایک مسافر آیا وہ آ کر دوزانو ہو کر مؤدب بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دیئے اور سوال کرنے لگا۔ اس کے سوال پر جب نبی کریم ﷺ جواب دیتے تو وہ کہتا آپ نے سچا فرمایا۔ ہم حیران ہوئے کہ یہ کیسا سائل ہے کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی سچ ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ جب وہ سوالات پوچھ کر چلا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل تھا۔(۲۵)

گویا جبرائیل امین صحابہ کرام کو یہ سکھانے آئے تھے کہ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں سوال کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

اس طرح قران پاک کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے میں یہ حکمت اور مصلحت کارفرما تھی کہ قرآن کے ذریعے حضور ﷺ کی بارگاہ کے ادب کے مضامین بیان ہوتے رہیں اور جبرائیل کی آمد کے ذریعے ان ادب کے مضامین کی عملی تفسیر لوگوں کے سامنے آتی رہے مثلاً قرآن پاک میں ادب مصطفوی ﷺ کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو(۲۶)۔

اور اس مضمون ادب کی عملی تفسیر جبرائیل امین اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ادب کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں آتے۔ ادب کے ساتھ آہستہ گفتگو کرتے اور اس طرح آپ کے غلاموں کو یہ ادب سکھاتے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز بلند نہیں ہونی چاہیے۔

جبرائیل علیہ السلام کو بار بار آپ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ جا کر حضور ﷺ کے ساتھ گفتگو کرے تو میرے بندوں کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کا طریقہ آ جائے۔ وہ جا کر آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھے تو غلاموں کو آقا کی بارگاہ

میں بیٹھنے کا قرینہ آجائے۔ جبرائیل حضور ﷺ کے پاس آتے جاتے تو صحابہ کو آپ کی بارگاہ میں آنے جانے کا سلیقہ آجائے۔ قرآن کسی اور صورت میں بھی نازل ہوسکتا تھا مگر اس کے تدریجاً نازل فرمانے میں یہ حکمت بھی کار فرما تھی کہ جبرائیل کی آمد سے قرآن آئے تو مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ کے مضامین ادب بیان ہوتے رہیں اور خود جبرائیل علیہ السلام کی امد سے بارگاہ مصطفوی ﷺ کے ادب کی عملی شکل لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آتی رہے۔

قرآن مجید تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ علم تفسیر ہو یا علم الکلام، علم فقہ ہو یا علم اخلاق، علم سائنس ہو یا علم فلسفہ، گویا کہ تمام علوم کی اصل بنیاد قرآن کریم ہی ہے۔ یہ تمام انسانیت کیلئے تا حیات ہدایت نامہ ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ کا ماخذ اول اور اسلامی تعلیمات کا منبع اور دین کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مقدس کے فضائل و برکات اور بے بہا اجر و ثواب کے حصول کا یہ تقاضا ہے کہ اسے پڑھا اور سیکھا جائے اور اس کی قرأت اور تلاوت پر دسترس حاصل کی جائے۔ اس کے معاونی و مطالب تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کے ہر معنی اور مفہوم پر عمل کیا جائے۔ ہم اس کی تعلیمات کے مطابق اپنی سیرت و کردار کی تشکیل کریں تاکہ ہم اپنی عظمت رفتہ حاصل کر سکیں اور یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے تعلیمات قرآن کو پس پشت ڈال دیا جس کی وجہ سے پوری دنیا میں مسلمانوں کو ندامت اور رسوائی حاصل ہو رہی ہے۔

# حوالہ جات


(۱) البقرۃ:۲۱۹/۲۔ (۲) النساء:۴۳/۴۔

(۳) المائدہ:۹۰/۵۔

(۴) طبری، ابوجعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار الفکر بیروت ۱۴۲۲ھ، ج ۷، ص ۲۴۔

(۵) ابن عساکر، ابوقاسم علی بن حسن، تاریخ دمشق الکبیر، بیروت لبنان، داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ، ج ۸، ص ۲۵۰۔

(۶) المائدہ:۵:۳۔ (۷) ایضاً۔

(۸) المائدہ:۵۶/۵۔ (۹) آل عمران:۱۳۹/۳۔

(۱۰) آل عمران:۱۲۵/۳۔

(۱۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دار السلام ریاض، ۱۹۹۹ء، باب قصہ غزوۃ بدر، ص ۶۶۷، ح ۳۹۵۱۔

(۱۲) الفرقان:۳۲/۲۵۔

(۱۳) ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری، طبقات ابن سعد، مترجم مولانا محمد اصغر مغل، دار الاشاعت کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۹۱۔

(۱۴) المدثر:۷۴/۱-۳۔ (۱۵) الحجر:۹۷/۱۵۔

(۱۶) ق:۳۹/۵۰۔ (۱۷) لقمان:۱۷/۳۱۔

(۱۸) الطور:۴۸/۵۲۔ (۱۹) طٰہٰ:۲/۲۰۔

(۲۰) الضحیٰ:۹۳/۳-۱۔ (۲۱) الضحیٰ:۴/۹۳۔

(۲۲) الضحیٰ:۵/۹۳۔ (۲۳) الم نشرح:۶/۹۴۔

(۲۴) الفرقان:۳۲/۲۵۔ (۲۵) الحجرات:۲/۴۹۔

(۲۶) بخاری، باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان وعلم الساعہ، ص ۱۲، ح ۵۰۔